یہ کتاب پیر شریعت، طریقت، حقیقت و معرفت سخی خواجہ محمد حفیظ اللہ سرکار
دربارِ عالیہ ٹربلیہ شریف کے زیرِ اثر شائع کی جا رہی ہے

نبی اعظم و آخر
احمد مجتبیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم
کے

عالی مرتبہ والدین

تحریر و ترتیب
محمد انور قادری

معاون
محمد نعیم قادری

★

محبوب بک ڈپو
اُردو بازار، لاہور شریف، فون: ۷۲۲۸۹۸۸

فہرست

ناشر : حاجی رحمت علی قادری طرطوسی
پریس : آر - اینڈ ڈبلیو - ایس پرنٹرز لاہور
ڈیزائننگ اینڈ پروسیسنگ : علوی سینٹر، غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور
قیمت : ۱۰ روپے

قابلِ ستائش

زیرِ نظر کتاب میرے مرشدِ پاک جناب حضور سخی سرکار سیّد خواجہ محمدؐ حاجی رحمت علی قادری کے کہنے پر لکھی گئی ہے۔ آپ کے ارشادات و فرمودات کو اس کتاب میں وہی حیثیّت حاصل ہے جو کہ ایک جسم میں رُوح کو حاصل ہوتی ہے۔

اِس کتاب میں حضور نبی اکرم مُحمّد مُصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین اقدس کی شان مُبارک قرآن، احادیث اور اولیائے کرام کے سربستہ ارشادات کے حوالے سے بیان کی گئی ہے۔ اس سے پہلے حضورِ پاک نبی اعظم و آخر صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے پیارے ماں باپ پر کوئی جامع کتاب نظر نہیں آتی۔

یہ کاوش یقیناً قابلِ ستائش ہے۔ مجھے اس میں ایک خاص خوبی یہ بھی نظر آئی کہ کتاب عام فہم اور سادہ زبان میں لکھی گئی ہے تاکہ معمولی پڑھا لکھا قاری بھی اس سے فیض یاب ہو سکے۔

ماسٹر خورشید عالم
سید مٹھا بازار، لاہور

کتاب کے بارے میں

برادرانِ اسلام! آج میں جس موضوع کی طرف آپ کی توجّہ دِلانا چاہتا ہُوں وہ کوئی عام موضوع نہیں ہے بلکہ حضورِ پاک خاتمُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین گرامی حضرت عبدُاللّٰہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عَنہُ اور حضرت بی بی آمنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کے مرتبہ، مقام اور شان سے متعلّق ہے۔

حضُور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین، آل اولاد اور صحابۂ کرام کی شان بیان کرنا دراصل نبی صادق صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی ہی شان بیان کرنا ہے۔ میرے مُرشد پاک پیرِ طریقت حضرت سیّد خواجہ مُحمّد حاجی رحمت علی قادری خُوشبُوئے مُصطفٰے کی ذاتِ گرامی نے نبی مکرّم احمد مُجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین اقدس کی شان اور مرتبہ سے متعلّق وقتاً فوقتاً جو ارشادات فرمائے اُن کی روشنی میں یہ کتاب

لکھی گئی ہے۔ صاحبِ نظر کے لیے اِس میں طریقت کے کئی معرفتی رازوں سے پردہ اُٹھایا گیا ہے۔

میرے مُرشدِ پاک حضور سخی سرکار حضرت سیّد خواجہ محمّد حاجی رحمت علی قادری محبُوبِ مُصطفٰے نے متعدّد بار حضُور نبی کریم فخرِ موجُودات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کے والدین کے بارے میں نہایت محبّت اور عزّت سے اُن کی شان، مرتبہ اور اُن کا مقام بیان کیا ہے۔ یہ حق سچ ہے کہ نبی قاسم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کے والدین بڑی شان، مرتبہ اور مقام والے ہیں۔

محبُوبِ خُدا محمّد مُصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کے والدین گرامی پر قلم اُٹھانے کی طاقت مجُھ میں نہیں، میں اِن عظیم ہستیوں کی شان بیان نہیں کرسکتا لیکن یہ سب کُچھ میرے مُرشد پاک جناب حضرت سیّد خواجہ محمّد حاجی رحمت علی قادری پیرِ اولیاءؒ ہی کی بدولت ممکن ہُوا۔ میرے مُرشد پاک کے ارشادات نے جگہ جگہ میری رہبری کی، تب کہیں جا کر یہ کتاب مکمّل ہوئی۔ دُوسرے لفظوں میں یہ کہنا دُرست ہوگا کہ میرے مُرشد پاک نے ہی مجُھ ناچیز کو قلم پکڑنا سِکھایا۔

میں نے کئی بار اپنے مُرشدِ پاک غوثِ زماں قطبِ جہاں حضرت سیّد خواجہ محمّد حاجی رحمت علی قادری کی زبانِ مُبارک سے یہ شعر سُنا ے

عشق لہر توں کت دا رہو ہر دم
ہورے کیڑی تند منظُور ہووے

اِس شعر کا مطلب یہ ہے کہ بندے کو جو کام سونپا جائے وہ پُوری نیک نیّتی کے ساتھ کمر بستہ ہو کر کوشش شرُوع کر دے، آگے امداد کرنے والا خُود امداد کرتا ہے۔ اُس کی بارگاہ میں کیا پسند ہے یہ کوئی نہیں جانتا۔ بس کوئی ایک ادا یا اٹکل ہی ہوتی ہے جو پسند آجاتی ہے اور بیڑا پار ہو جاتا ہے۔

شاید اس کو یہ ادنیٰ سی کوشش ہی پسند آجائے۔ اب میں اپنے مُرشد پاک کی دُعا برکت سے خُدائے ربُّ العزّت کے حضور دُعا گو ہُوں "اے مالک! ہم سب کو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی پہچان عطا کر۔ رسُولِ محمُود صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدینِ گرامی کے مرتبہ اور مقام کو سمجھنے کی توفیق عطا فرما اور ہم پر دینِ حق کے دروازے کھول دے۔ آمین!"

محمّد انور قادری

دیباچہ

شکر ہے مالک کا جس نے مجھے اس مقدّس و بابرکت کتاب کا دیباچہ لکھنے کی سعادت بخشی۔ خاتم الانبیا حضرت مُحمّد مُصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم نبی برحق ہیں۔ دینِ اسلام برحق ہے۔

دینِ اسلام ہمیں واضح طور پر پیغمبرانِ کرام عَلَیہِم السَّلام، صحابۂ کرام رِضوان اللہ اجمعین اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ادب سکھاتا ہے۔ بعض ہستیاں ایسی بھی ہیں جن کا ادب و احترام کرنا ہم پر واجب ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ اُن کا ادب نہ کرنا دراصل دین و دُنیا میں ذِلّت اور رُسوائی کا باعث ہے۔

زیرِ نظر کتاب بھی ایسی ہی ہستیوں سے متعلّق ہے کہ جن کا ہمیں دِل و جان سے ادب و احترام کرنا چاہیے۔ یہ مقدّس ہستیاں وہ ہیں جنھیں ربِّ کریم نے اپنے محبُوب حضُور پاک احمد مُجتبیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ

وآلہٖ وسلّم کے ماں باپ کے طور پر پسند فرمایا۔ یعنی کہ حضرت عبدُاللہ رَضی اللہ تعالیٰ عَنہُ اور حضرت بی بی آمنہ رَضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

سیّد الاُمم نبی محمُود صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت باسعادت سے قبل کا زمانہ "جاہلیّت کا زمانہ" تھا اور اہلِ عرب ہر قِسم کی بُرائیوں میں جکڑے ہُوئے تھے۔ اِس کتاب میں عوام النّاس کی اِس غلط فہمی کو بھی دُور کیا گیا ہے کہ "زمانہ جاہلیّت" میں حضُور نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے آباء و اجداد بھی دُوسرے لوگوں کی طرح بُرائیوں میں مُبتلا تھے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اِس کتاب میں بہُت سے ایسے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیّت کی تمام تر بُرائیوں کے باوجُود حضُورِ پاک خاتمُ الرُّسُل صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے آباء و اجداد بڑے باکردار، دیندار اور پکّے سچّے مُسلمان تھے۔ دینِ ابراہیمیؑ پر چلنے والے تھے۔

قُرآنِ پاک میں آتا ہے کہ ربّ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزّت دیتا ہے۔ اِسی طرح ربِّ کریم نے بھی رسُولِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

کے آباء و اجداد یعنی حضرت اسماعیل عَلَیہِ السّلام کی نسل کو بُزرگی سے نوازا اور اِن میں پیغمبرِ آخر الزّماں جناب محمّد مُصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو مبعُوث فرمایا جیسا کہ حضُور نبی مکرّم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے بھی فرمایا۔

"اِسماعیل عَلَیہِ السّلام کی اولاد میں کنانہ کو اور کنانہ میں قریش کو اور قریش میں ابُو ہاشم کو اور ابُو ہاشم میں مُجھے مبعُوث فرما کر عزّت دی۔"

اِس کتاب میں حضُور نبیِ برحق صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے آباؤ اجداد کی بُزرگی، شرافت، دِینداری اور پاکبازی کو بڑی وضاحت کے ساتھ بھر پُور اور مدلّل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

میرے پیر بھائی مُحمّد انور قادری صاحب نے مرشد پاک کی دُعا اور برکت سے بھر پُور محنت کی اور یہ کتاب مرتّب کر کے لوگوں کے لیے عام کر دی۔ اللہ تعالیٰ اُنھیں اِس کا اجرِ عطا فرمائے۔ آمین!

دُعا گو

محمّد شفیق

سعید پارک شاہدرہ موڑ لاہور شریف

نظر جس کی جہاں تک
جلوہ اُس کا وہاں تک

میں نے اس کتاب کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ میرے نزدیک یہ اپنے موضوع کے اعتبار سے بالکل اچھوتی اور منفرد کتاب ہے۔ سیرتِ پاک کی دیگر کتابوں میں حضور نبی پاک مُحمّد صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین گرامی کا سرسری طور پر ذکر تو آتا ہے لیکن کسی مُصنّف نے ان بلند مرتبہ ہستیوں کی شان کو ایسی تفصیل سے بیان نہیں کیا کہ عام مسلمان ان کے اصل مرتبہ اور مقام سے آگاہ ہو سکیں۔

میری نظر میں یہ کتاب سرورِ کونین رسولِ انور محمد صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدینِ اقدس کی شان، مرتبہ اور مقام کو اس طرح اُجاگر کرتی ہے کہ ہر شخص کے دِل میں ان کے لیے عزّت و احترام پیدا ہو جائے گا۔ غرضیکہ اس کتاب کا ایک ایک لفظ عقیدت اور محبّت سے بھرپور ہے۔

زیرِ نظر کتاب عام فہم اور سادہ ہے۔ مزید یہ کہ موضوع کی مناسبت سے اس کتاب میں مصنّف نے واقعات کو احسن اور مدلّل

انداز سے بیان کیا ہے کہ کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہتا۔

صاحبِ نظر کے لیے اس کتاب میں طریقت کے کئی معرفتی رازوں سے پردہ اُٹھایا گیا ہے۔ لہٰذا مجھے یقین ہے کہ اہلِ طریقت کے لیے بھی یہ کتاب معرفت کا خزینہ ثابت ہو گی۔

فرُّخ یُونس

بلال گنج، لاہور

نسب مُبارک

مکّہ میں آبادی کا آغاز حضرت اِسماعیل علیہ السّلام سے ہُوا۔
نبی کریم رسُولِ انور صَلّیَ اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّم عرب کے معزّز قبیلہ قریش
کی سب سے زیادہ مقتدر شاخ بنی ہاشم سے ہیں۔ مؤرخینِ عرب کا اِس
پر اِتّفاق ہے کہ حضُورِ پاک محمّد مصطفٰے صَلّیَ اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّم، حضرت
اِسماعیل عَلَیہ السلام بِن حضرت ابراہیم عَلَیہ السّلام کی نسل سے ہیں۔ حضُورِ
پُرنور نبی اُمّی صَلّیَ اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّم کا نسب مُبارک درج ذیل ہے۔

مُحمّد صَلّیَ اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّم بِن عبداللہ بِن عبد المطلب
بِن ہاشم بِن عبد مناف بِن قصی بِن کلاب بِن مرہ بِن کعب بِن لوی بِن
غالب بِن فہر بِن مالک بِن نضر بِن کنانہ بِن خزیمہ بِن مدرکہ بِن الیاس
بِن مضر بِن نزار بِن معد بِن عدنان۔

سرکارِ دوعالم حضرت مُحمّد مُصطفٰے صَلّیَ اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّم سے عدنان

تک اکیس نام آتے ہیں۔ درج بالا دیے گئے ناموں سے تمام مؤرخین متفق ہیں۔

عدنان سے اُوپر حضرت آدم علیہ السّلام تک سِلسِلہ نسب کے بارے میں تاریخ دان جو نام بیان کرتے ہیں اُن میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اِس لیے اُن ناموں کی تفصیل نہیں دی جا رہی۔ جن کی تعداد تقریبًا ساٹھ ہے۔

اِس اختلاف کے بارے میں نبی کریم آقا نامدار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ نسب بیان کرنے والوں نے غَلَط بیانی کی ہے اور اپنے سِلسِلہ نسب کے بارے میں صرف اس قدر ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اِسماعیل عَلَیہِ السّلام کی نسل میں سے کنانہ کو مُمتاز بنایا اور کنانہ میں سے قُریش کو عزّت و عظمت بخشی اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اِمتیاز عطا فرمایا اور بنی ہاشم میں سے مُجھ کو مُنتخب فرمایا۔"

فہر کا اصل نام قُریش تھا۔ بعض تاریخ دان لکھتے ہیں کہ فہر کا لقب قُریش تھا۔ اصل نام تھا یا لقب بہر حال فہر سے قبیلہ قُریش چلا

اور نبی برحق محمد مصطفے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا خانوادہ اپنے جدِ اعلیٰ ہاشم بِن عبد مناف کی نسبت سے خانوادہ ہاشمی کے نام سے معرُوف ہُوا۔

نُورانی سفر

حضرت جابر بن عبدُاللہ انصاری رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی "یارسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم! مجھ کو خبر دیجیے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی شے پیدا کی نو رسُولِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

"اے جابر! رب تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) کا نُور اپنے نُور سے پیدا کیا۔"

پس اِس حدیثِ مُبارکہ سے ثابت ہو گیا کہ سب سے پہلے خُدائے ربُّ العزّت کے نُور میں سے رسُولِ صادق صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا نُور بنا اور پھر دُوسری چیزیں۔

نُورِ محمّدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے فیض یاب ہونے والے پہلے

بشر حضرت بابا آدم علیہ السّلام تھے۔ یہی وُہ نُور تھا جس کی بدولت بابا آدم علیہ السّلام کو سجدہ ہُوا۔ یہی وُہ مُبارک نُور تھا جس کے طفیل آپ کی توبہ قبول ہُوئی اور حضرت آدم علیہ السّلام اس زمین پر پہلے پیغمبر قرار پائے۔

وجُودِ نُورِ احمدؐ حضرتِ آدمؑ سے پہلے تھا
یہ سب نبیوں میں آخر تھے، وہ کُل عالم سے پہلے تھا

مختلف واسطوں سے ہوتا ہوا یہ مقدّس نُور حضرت اِبراہیم علیہ السّلام میں مُنتقل ہُوا اور پھر آپ کے وسیلہ سے حضرت اِسماعیل علیہ السّلام کی مُبارک پیشانی پر چمکا۔

یہاں پر ایک بات کی وضاحت کر دینا ضرُوری ہے کہ حضرت اِبراہیم علیہ السّلام اپنے بیٹے حضرت اِسماعیل علیہ السّلام کو بہت پیار کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ حضرت اِسماعیل علیہ السّلام کو اپنا بیٹا، جگر کا ٹکڑا ہونے کی وجہ سے چاہتے تھے بلکہ یہ کہ آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السّلام میں نُورِ مُحمّدی (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) کی جھلک دیکھ لی تھی اور صرف اسی نُورِ اطہر کی وجہ سے انھیں بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔

قرآنِ پاک میں آتا ہے :

" اے ایمان والو ! تُم اپنے مال ، دولت اور اولاد سے آزمائے جاؤ گے ۔" (سُوْرَةُ التغابن، آیت : ۱۵)

یہی کچھ حضرت اِبراہیم علیہ السّلام کے ساتھ بھی ہُوا۔ انھیں خُدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے بیٹے حضرت اِسماعیل علیہ السّلام کی قُربانی کا حُکم ہوا۔ آپ یہ حُکم پُورا کرنے کے لیے اپنے بیٹے کو لے کر گھر سے روانہ ہُوئے۔ سُورۃ الصّٰفّٰت آیت : ۱۰۲ کے مطابق قُرآنِ مجید میں اِس کا تذکرہ کچھ یُوں ہے :

" اور پھر جب وہ اس کے ہمراہ چلنے لگا تو کہا ، بیٹا ! بلا شبہ میں خواب میں دیکھتا ہُوں کہ تُجھے ذبح کر رہا ہُوں پس دیکھ تیری کیا رائے ہے ؟ بیٹے نے کہا ، ابّا جان ! جو آپ کو حُکم ہُوا ہے کریں آپ اِنشاءَ اللہ تعالیٰ مُجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے ۔"

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سِکھائے کِس نے اِسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

اِس قُربانی والے واقعہ سے ربّ تعالیٰ کا تین باتیں ثابت کرنا مقصُود تھا۔

۱۔ اُس کے خاص بندے اور پیغمبر دُنیاوی چیزوں کی آزمائش سے نہیں گھبراتے۔ جس طرح حضرت اِبراہیم علیہ السّلام اپنے بیٹے کی آزمائش پر پُورا اُترے۔

۲۔ جس نیک ہستی میں نُورِ محمّدی (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) ظہُور پاتا ہے اِس کی حفاظت ربِّ رحیم خُود کرتا ہے۔ حتیّٰ کہ وہ نُور اگلی ہستی کو مُنتقل ہو جاتا ہے۔

۳۔ جس ہستی میں اس نُورِ مُنیر کا ظہُور ہوتا ہے یا ہونا ہوتا ہے وہ ہستی شرُوع ہی سے بڑے نیک اوصاف کی مالک ہوتی ہے۔ شرافت، صداقت، امانت، دیانت، شجاعت، اَدَب سب کچھ اس ہستی میں موجُود ہوتا ہے۔

نُورِ محمّدی (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) مُختلف واسطوں سے ہوتا ہُوا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچا جو رسُولِ اکرم

خیرُالوریٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کے دادا تھے۔ اُن کے بارے میں روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بدن سے مُشک کی خُوشبو آتی تھی اور رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا نُورِ مُبارک اُن کی پیشانی پر چمکتا تھا۔ جب مکّہ میں قحط ہوتا تو اہلِ مکّہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ہاتھ پکڑ کر ان کے ذریعے ربّ رحیم کا قرب ڈھونڈتے اور بارش کی دُعا کرواتے تو ربّ تعالےٰ نُورِ مُجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی برکت سے بارش فرما دیتے۔

خانہ کعبہ کے تعلُّق سے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھ ایک اہم واقعہ پیش آیا۔ ایک مرتبہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حرم پاک کے اُس حصّے میں سو رہے تھے جو حطیم کہلاتا ہے کہ کِسی نے خواب میں ان کو زَم زَم کا کنوّاں کھودنے کا حُکم دیا اور جگہ کی نشاندہی بھی کر دی گئی۔

یہ بات یاد رہے کہ جب حضرت اِسماعیل عَلَیہ السّلام کے سُسر مضاض بن عمرو جرہمی مکّہ کے والی مُقرّر ہُوئے تو خانۂ کعبہ کا اِنتظام

قبیلہ جُرہم نے سنبھال لیا۔ دِن اور سال گزرتے گئے۔ دُوسری صَدی عیسوی کے وسط میں بنو خزاعہ نے بنو جرُہم کو مکّہ سے نِکال کر اِقتدار پر قبضہ کر لیا۔ بنو جُرہَم نے مکّہ چھوڑتے وقت زَمزم کا کُنواں پاٹ دیا تھا اور کُنویں کے نِشانات بھی مٹا دیے تھے۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بیدار ہونے کے بعد کھُدائی شرُوع کر دی۔ کھُدائی کے دوران جب زمزم کا کُنواں نمُودار ہو گیا تو قریش نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مُطالبہ کیا کہ ہمیں بھی کھُدائی میں شریک کر لو۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا "میں ایسا نہیں کر سکتا میں اِس کام کے لیے مخصُوص کیا گیا ہُوں"۔ لیکن قریش کے لوگ مُطالبہ سے باز نہ آئے اور جھگڑا شرُوع کر دیا۔

کھُدائی میں شرکت کا معاملہ حل کرنے کے لیے بنُوسعد کی ایک کاہنہ عورت کے پاس جانا طے ہُوا۔ لوگ مکّہ سے روانہ بھی ہُوئے لیکن راستہ میں ایسی علامات کا ظہُور ہُوا جن سے لوگ سمجھ گئے کہ چاہِ زمزم

کی دریافت قُدرت کی طرف سے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مخصُوص ہے اور لوگ راستے ہی سے واپس آگئے۔

اِس موقع پر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انھیں دس بیٹے عطا کیے تو وُہ ایک بیٹے کو قُربِ الٰہی کے لیے کعبہ کے پاس قُربان کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دس لڑکے عطا کیے۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد نُورِ مُحمّدی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (والدِ محترم حضُورِ پاک احمد مجتبیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وآلِہٖ وَسَلَّم) کو مُنتقل ہُوا۔ سب بیٹوں میں حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ خُوبصُورت پاک دامن اور چہیتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹوں کو اپنی مَنّت سے آگاہ کیا تو سب نے بات مان لی۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قِسمت کے تیروں پر سب بیٹوں

کے نام لکھے۔ تیروں کو گردش دے کر قُرعہ نکالا گیا تو حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا نام نکلا۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے پیارے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ہاتھ پکڑ کر ذبح کرنے کے لیے خانہ کعبہ کے پاس لے گئے۔ رشتہ دار خصوصًا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ننھیال والے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بھائی حضرت ابُوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ (حضُور پر نُور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے چچا اور جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے والد محترم تھے) آڑے آئے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا، "تب میں اپنی نذر کا کیا کروں؟" سب نے مشورہ دیا کہ وُہ کِسی عرافہ (غیب کی باتیں بتانے والی عورت) کے پاس جا کر حل دریافت کریں۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ایک عرافہ کے پاس گئے۔ اُس نے کہا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور دس اُونٹوں کے درمیان قُرعہ اندازی کریں۔ اگر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے نام

قُرعہ نکلے تو مزید دس اُونٹ بڑھا دیں۔ اس طرح اُونٹ بڑھاتے جائیں اور قُرعہ اندازی کرتے جائیں۔ یہاں تک کہ اللہ راضی ہو جائے اور اُونٹوں کے نام قُرعہ نکل آئے تو اُونٹ قُربان کر دِیے جائیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور دس اُونٹوں کے درمیان قُرعہ اندازی کی گئی مگر قُرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے نام نِکلا۔ اِس کے بعد دس دس اُونٹ بڑھاتے گئے اور قُرعہ اندازی کرتے گئے مگر قُرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے نام ہی نِکلتا رہا۔ جب سو اُونٹ پُورے ہو گئے تو قُرعہ اُونٹوں کے نام نِکلا۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ قُرعہ اندازی کے دوران حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تمام وقت اللہ سے بہتری کی دُعا مانگتے رہے۔ جب سو اُونٹوں کے نام قرعہ نِکلا تو موجُود تمام لوگوں نے کہا، "اے عبدالمطلب اب تُم اپنے رب کی رضامندی کو پُہنچ گئے۔" لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا، "نہیں۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ اُونٹوں پر ہی قُرعہ نکلے۔" حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کھڑے

برابر دُعا میں مصرُوف رہے۔ یہاں تک کہ لگاتار تین مرتبہ اُونٹوں پر قُرعہ نکل آیا۔

اب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بدلے سو اُونٹ ذِبح کیے اور وہیں چھوڑ دیے۔ کسی اِنسان یا جانور کے لیے گوشت کے حصُول کے لیے کوئی رُکاوٹ نہ تھی۔

اِس واقعے سے پہلے عرب میں خُون بہا (دیت) کی مقدار دس اُونٹ تھی مگر اِس واقعے کے بعد سو اُونٹ کر دی گئی۔ اِسلام نے بھی دیت کی مِقدار سو اُونٹ برقرار رہنے دی۔

جب اَبرہہ (یمن کا حاکم) خانہ کعبہ کو گرانے مکّہ پر چڑھ آیا تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ قریش کے چند آدمی ساتھ لے کر جبلِ شبّیر (مکّہ میں ایک مقام کا نام) پر چڑھے۔ اس وقت نُورِ مُبارک حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی پیشانی پر ہلال کی طرح نمُودار ہو کر خُوب روشن ہو گیا تو اِس موقع پر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا، "مُجھے لگتا ہے کہ ربّ تعالیٰ اپنے گھر کی خُود حفاظت

کرے گا اور ہم لوگ غالب رہیں گے۔"

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے دو سو اُونٹ اَبرہہ کے لشکر والے پکڑ کر لے گئے تھے اور جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اُونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کرتے اَبرہہ کے پاس گئے تو اَبرہہ اُن کی صُورت دیکھتے ہی تخت سے اُتر بیٹھا اور فرش پر بیٹھ کر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو اپنے ساتھ بِٹھایا۔ یہ سب اس نُور شریف کی عظمت تھی جو رسُول نذیر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے چہرے سے نمایاں تھی غرض کہ نورِ محُمّدی (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) کی ایسی عظمت اور برکت تھی کہ اُس کی وجہ سے بادشاہ تک بھی عزّت و احترام سے پیش آتے۔

ہلالی شکل میں ماتھے پہ نُور اُن کے چمکتا تھا
وہ اُن کا دبدبہ تھا اَبرہہ بھی اُن سے ڈرتا تھا

سو اُونٹوں کی قُربانی کے واقعہ سے حضرت اِسماعیل عَلَیہِ السّلام کے قُربانی والے واقعہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ غور کیا جائے تو معلُوم ہوگا

کہ قُدرت نے حضرت اِبراہیم علیہ السّلام سے بھی اُن کے پیارے بیٹے کی قُربانی کا تقاضا کیا اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر بھی ان کے محبُوب ترین بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی قربانی کی آزمائش آ پڑی۔ بفضلِ خُدا ، دونوں اپنے اپنے اِمتحان میں پُورا اُترے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے اِتنا پیار کیوں کرتے تھے ؟ اس کا جواب بھی وہی ہے جو کہ حضرت اِبراہیم علیہ السّلام اور حضرت اِسماعیل علیہ السّلام کے بارے میں دیا گیا۔ یعنی کہ جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میں نُور محمّدی (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ) ظہُور پا چکا تھا اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی نِگاہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی پیشانی میں اس نُورِ مُبارک کا جلوہ دیکھ چکی تھیں۔ اِسی وجہ سے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو بہُت زیادہ پسند کرتے تھے۔

اب حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے متعلّق ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس سے معلُوم ہو گا کہ حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی پیشانی نورِ محمّدی (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم) کی وجہ سے روشن رہتی تھی۔

ہُوا یُوں کہ جب حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نِکاح کی غرض سے مدینہ (یثرب) جا رہے تھے تو راستے میں ایک عورت سے آمنا سامنا ہوا۔ وُہ عورت توریت اور انجیل کی اچھّی خاصی عالم تھی۔ اُس نے جب جناب عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ذاتِ پاک کی پیشانی پر نُورِ مُحمّدی (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم) چمکتا ہُوا دیکھا تو اُس نے خواہش کی کہ کاش ! یہ مُبارک نُور مجھے مُنتقل ہو جائے۔ اور یہ سوچ کر حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے شادی کا اظہار کیا لیکن حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا، "میرا نِکاح جہاں ہونا قرار پایا ہے بس وہیں شادی کروں گا"۔

بظاہر یہ ایک معمُولی سا واقعہ ہے لیکن اس سے پتہ چلتا ہے کہ نُورِ مُحمّدی (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم) واقعی بہت مُقدّس اور عظیم نعمت

ہے کہ جس کو پا لینے کی خواہش غیر مُسلم عورت نے بھی کی۔ لیکن قانُونِ قُدرت ہے کہ جو چیز جس کے نصیب میں ہو یا جو جس قابل ہوتا ہے اسی کو ملتی ہے۔ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیندار، باکردار، شریف، عزّت دار اور اعلیٰ گھرانے کی عورت تھیں آپ اِس مقدس نُور کو رکھنے کے قابل تھیں اور خُدا تعالیٰ نے بھی حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہی اپنے محبُوب کے نُور کا امانت دار بنایا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا آپ سے نکاح ہوا اور اس طرح نُورِ محمّدی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مُنتقل ہُوا۔

امانت نُورِ احمدؐ کی خُدا نے آمنہؓ کو دی،
جو اِس عالم میں افضل ہیں جو اُس عالم میں بہتر ہیں

حضرت عبد المطلب رضؓ
کا
دبدبہ اور وقار

ہاشم کے بیٹے شیبہ جنھیں اُن کے چچا مطلب نے پالا تھا، "عبد المطلب" (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نام سے مشہور ہوئے۔ جناب عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت خوبصورت اور پُر وقار شخص تھے رُعب اور دبدبہ کی وجہ سے آپ کے چہرے پر شان و شوکت نمایاں رہتی تھی۔ ناموری، سرداری، فیاضی، قومی ہمدردی، دینداری اور بیتُ اللہ کی خدمت میں حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس مقام پر پہنچے کہ حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے بعد آپ کے آباؤ اجداد میں کوئی ایسے مقام والا نظر نہیں آتا۔

آپ نے چاہ زمزم کو دریافت کر کے نئے سرے سے تعمیر کروایا۔

تاریخ کی کتابوں میں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان کے بارے میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے اُن کی شان اس سے بھی بلند ہے۔

ان کے زمانے کا ایک مشہور واقعہ جسے "اصحابُ الفیل" کہتے ہیں، کو کسی صورت میں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اِس واقعہ کا قرآنِ مجید میں ذکر آیا ہے۔ اگرچہ یہ واقعہ بیتُ اللہ شریف کی حفاظت سے متعلّق ہے۔ لیکن اس سے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دانائی، جُرأتِ اِظہار اور توحید پرستی کا پتہ چل جاتا ہے۔

واقعہ یُوں ہے کہ یمن کے دارالحکُومت صنعاء میں وہاں کے حُکمران اَبرہہ نے ایک کلیسا تعمیر کروایا۔ اَبرہہ نے اہلِ عرب کو حج کی غرض سے اِس کلیسا میں عبادت کے لیے آنے کی دعوت دی مگر ہزار کوشش کے باوجود بھی جب لوگ کلیسا کی طرف عبادت کے لیے بالکل ہی راغب نہ ہُوئے تو اس پر ابرہہ سخت برہم ہُوا اور ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لیے نکل کھڑا ہُوا۔ اس کے لشکر میں تیرہ ہاتھی بھی تھے مگر انسانی تدبیریں خُدائی حُکم سے کہاں ٹکرا سکتی ہیں۔

اَبرہہ چاہتا تھا کہ اللہ کے گھر کو گرا دیا جائے لیکن خُدا کو کچھ اور ہی منظُور تھا۔ آخر کار اَبرہہ کا لشکر ہاتھیوں سمیت مکّہ آن پُہنچا۔ وہاں ابرہہ کے ساتھیوں نے جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے دو سو اُونٹ پکڑ لیے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اُن اُونٹوں کی واپسی کے لیے اَبرہہ کے پاس گئے۔

جب اَبرہہ نے آپ کو دیکھا تو اس کا دِل آپ کی عظمت سے متاثر ہوا۔ اَبرہہ خُود تخت سے اُتر کر فرش پر بیٹھ گیا اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو بھی اپنے ساتھ بِٹھا لیا اور آنے کا مقصد پُوچھا۔

حضرت عبدالمطلبؓ : آپ کے لشکری میرے دو سو اُونٹ پکڑ لائے ہیں، وُہ واپس دِیے جائیں۔

اَبرہہ : آپ مجھ سے اُونٹوں کے بارے میں تو بات کرتے ہیں اور اُس کا خیال نہیں آیا جو آپ کا اور آپ کے آباؤ اجداد کا دینی مرکز ہے۔ جسے میں گرانے آیا ہُوں۔ آپ خانہ کعبہ کے بارے میں کوئی بات نہیں کر رہے۔

حضرت عبدالمطلبؓ : میں اُونٹوں کا مالک ہُوں اس لیے اُونٹوں کی بات کر رہا ہُوں۔ خانۂ کعبہ کا بھی ایک مالک ہے۔ وُہ خُود اس کی حِفاظت کرے گا۔

ابرہہ : کیا وُہ خانۂ کعبہ کو گرنے سے بچا لے گا ؟

حضرت عبدالمطلبؓ : وُہ جانے اور آپ جانیں۔

بہرحال اَبرہہ نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اُونٹ واپس کر دیے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے واپس آکر قُریش کو صُورتِ حال سے آگاہ کیا اور لشکر کی غارت گری سے بچاؤ کے لیے اہلِ مکّہ کو پہاڑوں کی بلندیوں اور گھاٹیوں میں پناہ لینے کا مشورہ دیا۔

اس کے بعد قریش کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے خانہ کعبہ میں آکر بیتُ اللہ شریف کے دروازے کا کُنڈا پکڑ کر نہایت دَرد مندی سے دُعا کی۔

"یا اللہ ! بندہ اپنی سواری کی حفاظت کرتا ہے۔ تو بھی اپنے حرم پاک کے مال و متاع کی حفاظت فرما۔ ان کی صلیب اور اُن کی قوتیں کل صُبح

تیری قوتوں پر غالب نہ ہو جائیں۔ اے خُدا! مجھے تیرے سوا کسی کی آس اُمّید نہیں"۔

اِس کے بعد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور دیگر لوگ اپنے بچاؤ کے لیے پہاڑوں پر چلے گئے۔ جب صُبح ہُوئی تو اَبرہہ نے مکّہ شہر میں داخل ہونے کی تیّاری شروع کی۔ لیکن جب ہاتھیوں کا رُخ کعبہ شریف کی طرف کیا جاتا تو وُہ بیٹھ جاتے اور جب یمن کی طرف کرتے تو اُٹھ کر بھاگنا شروع کر دیتے۔ ہاتھی والے کُنڈیاں چبھوتے، اُٹھانے کی کوشش کرتے لیکن ہاتھی حرم شریف کی طرف قدم نہ اُٹھاتے۔ ابھی وُہ اِسی کشمکش میں تھے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے جدّہ کے سُمندر کی طرف سے عجیب قِسم کے پرندے بھیجے، جن کی چونچوں اور پنجوں میں چھوٹے چھوٹے کنکر تھے۔ پرندے لشکر والوں پر یہ کنکر گراتے اور جس کسی کو وہ کنکر لگتے اُس کے جسم کے اعضاء جواب دے جاتے۔ یہ حالت دیکھ کر لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، لوگ بھاگنے لگے۔ بہُت سے ہلاک ہُوئے۔ اَبرہہ کا حال سب سے بُرا ہُوا اور وُہ صنعاء جا کر بہُت بُری طرح مرا۔

غرضیکہ ہاتھی والوں کا بہت ہی بُرا حشر ہُوا اور وہ پُوری دُنیا کے لیے عبرت کا نشان بن گئے۔

قُرآن پاک میں اِس واقعہ کا ذکر سُورۃ الفیل میں ہے۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے خانہ کعبہ میں جا کر حرم شریف کی حفاظت سے متعلق جو دُعا مانگی وہ قبُول تو ہُوئی لیکن اس سے ہمیں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے اعتقاد، ایمان اور بُزرگی کا علم ہو جاتا ہے۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پکے توحید پرست تھے۔ ایک خُدا سے مانگنے کے قائل تھے۔ اُنھوں نے خانہ کعبہ میں جا کر بُتوں سے نہیں مانگا بلکہ ایک خُدا سے مانگا۔ انھوں نے اَبرہہ کو بھی یقین کے ساتھ کہا تھا، "اِس گھر کا بھی ایک مالک ہے، وہی اس کی حفاظت بھی کرے گا"۔ اور آپ کے یہ الفاظ ہُو بہو پورے ہُوئے۔

پھر حرم شریف آ کر بھی ربِّ رحیم کو پُکارا، اُسی سے فریاد کی کہ اپنے گھر کی حفاظت فرما۔

ہر پیغمبر کی جتنی بھی اُمّت ہوتی ہے۔ اس میں ہونے والے نیک بندے مُسلمان کہلاتے ہیں۔ راحتُ العاشِقین مُحمّد مُصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے باپ دادا بھی دین کی سمجھ رکھتے تھے اور اُس وقت کے دین کو "دینِ ابراہیمی" کہا جاتا تھا۔ وُہ لوگ اسی دینِ ابراہیمی کے تحت نکاح کرتے وقت حق مہر مُقرر کرتے۔ اس دین میں بھی توحید کی تعلیم دی جاتی تھی۔

مختصراً شمسُ العارِفین رسُولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے آباؤاجداد سب کے سب توحید پرست تھے۔ ایک خُدا کو ماننے والے، بُرائیوں سے بچنے والے اور دینِ ابراہیمی پر چلنے والے تھے۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قوم میں اِس قدر شرف و اعزاز حاصل کیا کہ اُن کے آباؤ اجداد میں کوئی بھی اس مقام کو نہ پہنچ سکا۔ قوم نے انھیں دِل سے چاہا اور اُن کی بڑی عزّت اور قدر کی۔

حضورِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا عالی مرتبت خاندان

حبیب اللہ محمّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین گرامی پاکدامن، نیک اور شریفُ النّفس تھے۔ وہی نہیں بلکہ حضرت آدم عَلَیہِ السّلام سے لے کر سرکارِ دو عالم رسُولِ حق صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ تک جتنے بھی والدین سلسلۂ نسب میں موجُود ہیں وُہ سب کے سب پاکباز، شریف اور دِین دار تھے۔

بابا آدم عَلَیہِ السّلام سے لے کر راحتُ العاشقین رسُولِ خُدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تک جس قدر پیغمبر گزرے، کسی نے بھی اُن کے نسب مطہر میں شک نہیں کیا۔ صرف یہُود نے حضرت عیسیٰ عَلَیہِ السّلام کی والدہ ماجدہ بی بی مریم عَلَیہِ السّلام پر تہمت لگائی تھی۔ قُرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے نہایت تفصیل کے ساتھ حضرت مریم عَلَیہِ السّلام کی ذاتِ پاک کی پاکدامنی اور حضرت عیسیٰ عَلَیہِ السّلام کی وِلادت باسعادت کی کیفیّت کو بیان فرمایا اور یہُود پر لعنت فرمائی۔

آنحضور شافعِ محشر صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ماں باپ، دادا دادی اور اُن کے آباء سے متعلق کہیں نہیں آیا کہ وہ بُرائیوں میں مُبتلا رہے ہوں۔ تاریخ کی کتابوں میں بھی اُن کی شرافت، دیانت، امانت اور صداقت کے گُن گائے جاتے ہیں۔

خصُوصیّت یہ اُن کے خاندان میں سب سے بڑھ کر تھی
کہ جتنے مرد تھے طاہر تھے، جو عورت تھی اطہر تھی

پیچھے نورِ مُحمّدی (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) کا تذکرہ آیا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نورِ مُحمّدی (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) حضور پر نور محمد مُصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے خاندان میں چلا آ رہا تھا تو کیا اِس بابرکت اور پاک نعمت کے ذریعے وُہ سب بھی پاک نہیں ہوں گے؟ یقیناً وہ پاک صاف تھے۔ اِس طرح یہ بات بھی ثابت ہو چکی کہ حضورِ پاک احمد مجتبٰی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین گرامی نورِ محمّدی (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) کے امانت دار تھے اور یہ ہی ان کی پاکبازی اور دینداری کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اِس سے بھی بڑھ کر اُن کی پاکبازی کا ثبوت یہ ہے کہ

ربِّ کریم کا یہ فیصلہ تھا کہ یہ وہ ماں باپ ہیں جن میں سے نبی آخرالزماں (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) پیدا ہوں گے اور ایسا ہی ہُوا۔

ایک موقع پر قیصرِ رُوم نے جب ابُوسفیان سے نبی مطہّر صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے نسب سے متعلق یہ سوال کیا، "اُن کا نسب کیسا ہے؟" تو ابُوسفیان نے یہ جواب دیا " وہ ہم سب میں بڑے نسب والا ہے۔"

یعنی حسب ونسب اور خاندانی شرافت میں کوئی رسُولِ کریم نبی احمد صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے بڑھ کر نہیں۔ قیصر رُوم نے کہا "یہ بھی ایک علامت ہے، پیغمبر ہمیشہ شریف خاندان سے ہی ہوتے ہیں۔" اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مُسلم بھی آپ کے اعلیٰ حسب ونسب کے قائل تھے۔

یہاں پر یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ خُدا تعالیٰ جو تمام کائنات کا مالک ہے کیا اُسے معلُوم نہیں تھا کہ اس نے اپنے محبُوب کو کس خاندان میں پیدا کرنا ہے اور کیا اسے اپنے محبُوب کے آباؤ اجداد کے بارے میں فکر نہ تھا۔ یقیناً تھا، بلکہ اِس سے بڑھ کر فکر کس کو ہو سکتا ہے۔ اِسی لیے حضُور سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین کے بارے

میں بھی یہی اس کا فیصلہ تھا کہ میرے پیارے محبُوب کے والدین ہونے کا شرف یہ ہستیاں حاصل کریں گی اور انھیں بُزرگی اور عزت سے نوازا۔

جب منافقین نے اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی اور پاکیزگی سے متعلق سُورۃ النُور کی آیات نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳ میں ارشاد فرمایا:

"جن لوگوں نے بُہتان باندھا ہے تُم ہی میں سے ایک جماعت ہے۔ اس کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھنا بلکہ وہ تُمھارے لیے اچّھا ہے۔ ان میں سے جس شخص نے گُناہ کا جتنا حصّہ لیا اس کے لیے اُتنا وبال ہے اور جس نے ان میں سے اس بُہتان کا بڑا بوجھ اُٹھایا ہے اس کو بڑا عذاب ہوگا۔ جب تم نے وہ بات سُنی تھی تو مومن مَردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دِلوں میں نیک گُمان نہ کیا اور کہا یہ صریح طُوفان ہے۔ یہ اپنی بات کے چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب یہ گواہ نہیں لا سکے تو خُدا کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں۔"

سوچنے والی بات یہ ہے کہ جب ربِّ کریم کو پیغمبر کی بیویوں کی

پاکدامنی اور پاکیزگی کا اتنا خیال ہے تو کیا وہ چاہے گا کہ وہ اپنے پیارے محبوب رسُولِ مقبول صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کے ماں، باپ، دادا، دادی کو بُرائی میں پڑنے دے؟ نہیں، ربُّ العالمین نے سلسلہ نسب میں شامل تمام افراد کو پاک دامن رکھا۔ اپنی حفاظت میں رکھا، اور انھیں اپنے دین سے نوازا۔

حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

چھ بیویوں سے حضرت عبدالمطلب کے دس بیٹے (بعض مؤرخین کے نزدیک بارہ بیٹے) اور چھ بیٹیاں تھیں۔ ابُوطالب، زُبیر، عبدالکعبہ اور عبداللہ یہ چار بیٹے ایک ہی بیوی سے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے ماں باپ کے سب سے پیارے بیٹے تھے۔ اِس پیار کی وجہ بھی وہی نُور تھا جو آباؤ اجداد سے منتقِل ہو کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی مُبارک پیشانی پر چمکا تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ آپ عمرو

بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرّہ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے تمام بھائیوں سے زیادہ خوبصورت اور پاکدامن تھے اور ذبیح کہلاتے تھے۔ ذبیح کہلانے کی وجہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی نذر اور سو اُونٹ قُربان کرنے کا واقعہ ہے۔ حضور پاک رحمت اللعالمین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ میں دو ذبیحوں کی اولاد ہُوں۔ ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دُوسرے میرے والد حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔

حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میں ایک شریف زادے کی طرح امانت، دیانت، صداقت، شرافت جیسی تمام تر خُوبیاں موجُود تھیں۔ خُوبصُورت اِتنے کہ لوگ دیکھتے رہ جاتے۔ خُوب سیرت اِتنے کہ بڑے بڑے خاندان جناب عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اپنا داماد بنانا چاہتے تھے۔ کردار کی پاکیزگی اور اخلاق کی بلندی ایسی تھی کہ کافروں نے بھی آپ کی شان کو تسلیم کیا۔

فتح مکّہ کے موقع پر جب نبی عادل صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے

مکّہ کے کافر لوگ قیدی بناکر پیش کیے گیے تو نبی خیرُ البشر صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم نے پُوچھا :

" اے اہلِ مکّہ ! تُمھارا کیا خیال ہے ۔ میں تُم سے کیسا سلوک کروں گا؟"

اُنھوں نے یک زبان ہو کر کہا :

" بھلائی ، کیونکہ آپ صاحبِ کرم ہیں اور صاحب کرم بھائی عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بیٹے ہیں ۔"

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کم عُمری ہی میں اپنی پاکبازی ، سخاوت اور نیکی کی وجہ سے مشہُور تھے اور اتنے مقبُول ہو چکے تھے کہ اپنے وصال کے ساٹھ سال بعد بھی لوگ اپنی معافی کے لیے آپ کے فضائل عالیہ کو سفارش بنا کر لائے ۔ غرضیکہ کوئی وجہ تو تھی کہ لوگ جناب عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اچھّے لفظوں سے یاد کرتے تھے ۔

حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ خُوش اخلاق ، محبُوبِ خاص و عام اور فراخ دِل تھے ۔ نیک باپ کے سعادت مند بیٹے تھے ۔

قربانی والے واقعہ کو ہی لیجیے۔ جب حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تمام بیٹوں کو لے کر چلے اور ان سے ذکر کیا کہ وہ تم میں سے ایک بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا چاہتے ہیں تو سب بیٹوں نے سر جھکا لیا۔

پھر جب بار بار حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے نام قرعہ نکلتا رہا تو یہ اصل میں اُن کے صبر اور سعادت مندی کی اِنتہا تھی۔ جناب عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی عظمت دیکھیے کہ خاموشی سے سر جھکائے باادب فرزند کی طرح فیصلے کا اِنتظار کرتے رہے۔ آپ نے اس وقت کسی قسم کی بُزدلی، ہچکچاہٹ، بے اَدَبی، غُصّہ یا پریشانی کا اِظہار نہ کیا۔ بلکہ نہایت اِطمینان اور سکُون سے سب کُچھ دیکھتے رہے۔ پھر جو ہُوا وُہ خُدا کی طرف سے ہی تھا۔ لیکن اس قُربانی والے واقعے سے آپ کے بلند حوصلہ سعادت مندی اور عظمت کا اندازہ ہو جاتا ہے اور اس طرح حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی سعادت مندی سے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی سعادت مندی کی یاد تازہ ہو گئی۔

جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنے باپ کی طرح نہایت پاکباز اور باکردار تھے۔ جب آپ بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے لیے جا رہے تھے تو راستے میں ایک عورت کی شادی کی پیش کش کو ٹھکراتے ہوئے کہا تھا "میرے باپ نے جہاں میرا رشتہ کیا ہے۔ مَیں وہیں شادی کروں گا۔" چند روز بعد اُسی عورت نے آپ کو دیکھا تو پوچھا: اے عبداللہؓ! تُم اتنے دِن کہاں رہے؟ تو جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا: "میں نے فلاں عورت سے شادی کر لی ہے۔" تب اُس عورت نے کہا "واللہ! مَیں کوئی بدکار عورت نہ تھی۔ میں نے تمھاری پیشانی پر ایسا نُور دیکھا تھا جسے میں نے چاہا کہ یہ مُجھے منتقل ہو جاتا۔ لیکن خُدا نے اُسے ہی دیا جسے وُہ دینا چاہتا تھا۔"

شادی کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تجارت کے لیے مُلک شام کی طرف گئے اور واپسی کے وقت مدینہ میں اس لیے قیام کیا کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے حُکم کے مُطابق مدینہ میں کھجوروں کا سودا کر کے واپس آنا تھا۔

وُہ قافلہ جو مُلک شام تجارت کے لیے گیا تھا، واپسی پر مدینہ منوّرہ سے ہوتے ہُوئے مکّہ معظمہ پُہنچا تو قافلے والوں نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو اِطلاع دی کہ آپ کا پیارا فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مدینہ پُہنچ کر بیمار ہو گیا، علاج کروایا گیا مگر آرام نہ آیا۔ حالت غیر ہو گئی اور اِنتقال ہو گیا۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ سُن کر غمزدہ ہو گئے۔ لاڈلے بیٹے کے فوت ہو جانے کا بے حد صدمہ ہُوا۔ خانہ کعبہ میں تشریف لائے' طواف شرُوع کیا۔ رات بھر بیتُ اللہ کا طواف کرتے رہے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے بوقت طواف نُورانی چہرے اور ہر طرف نُور ہی نُور دیکھا۔

اِس طرح جناب عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا سرکار رحمتُ اللعالمین صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی پیدائش سے قبل ہی جواں عُمری میں مدینہ (یثرب) میں وصال ہُوا۔

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

احمد مجتبیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کا مادری، پدری سلسلۂ نسب اِس طرح ہے۔

حضور پاک محمّد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کے پڑدادا ہاشم تھے۔ ہاشم کے پڑدادا کلاب تھے یعنی کلاب بن مرّہ۔

کلاب بن مرّہ کے دو صاحبزادے تھے۔ چھوٹے بیٹے کا نام قصی اور بڑے کا نام زہرہ تھا۔ قصی کی اولاد میں نسب مبارک کے مطابق اسماءِ گرامی کی ترتیب اِس طرح ہے۔

قصیٰ کے بیٹے عبد مناف جن کا اصل نام مُغیرہ تھا۔ عبد مناف کے بیٹے ہاشم تھے۔ ہاشم کے بیٹے عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بیٹے حضرت عبدُ اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔ یہ تھی ترتیب اُن ناموں کی جن کا سلسلہ حضورِ پاک ختم المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کے والد گرامی تک پہنچا۔

اب کلاب بن مرّہ کے دُوسرے بیٹے کا حال جن کی اولاد کا سِلسِلہ حضورِ پاک نبی مُصدّق صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہ وَسَلَّم کی والدہ تک پہنچتا ہے۔ زہرہ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ ان کا چھوٹا بھائی قصی ابھی ماں کی گود میں ہی تھا کہ والد کلابؒ کا انتقال ہو گیا۔ ماں نے شام کی سرحد پر سکُونت پذیر قبیلہ کے ایک شخص ربیعہ سے شادی کر لی۔ قصی نے وہیں پرورش پائی۔ جب جوان ہُوئے تو مکّہ واپس آئے۔ بڑے بھائی زہرہ نے قصیٰ کی آواز کو باپ (کلاب) کی آواز سے مشابہ پاکر اپنا بھائی تسلیم کرتے ہُوئے باپ کی جائیداد میں سے چھوٹے بھائی کا حصّہ ادا کر دیا۔

زہرہ کے دو بیٹے عبد مناف اور حارث پیدا ہُوئے۔ زہرہ کی اولاد بنُو زہرہ کہلائی۔ عبد مناف کے بیٹے کا نام وہب تھا، جو کہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا (والدہ رسُول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم) کے والد تھے۔ اِس طرح جناب کلاب پر رسُولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم کا سِلسِلہ نسب ماں اور باپ کی طرف سے جا مِلتا ہے۔

کِسی شخص کی خاندانی شرافت کو دیکھنے کے لیے صرف اس کے باپ کو

نہیں بلکہ اس کی ماں کے کردار اور خاندان کو بھی دیکھنا ضروری ہے کیونکہ ماں کے دُودھ اور پرورش کا اثر بچے پر پڑتا ہے۔ اب ہم رسُولِ مُبین صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی والدہ ماجدہ کی طرف آتے ہیں۔

خاندانی شرافت، پاکبازی، دینداری، صُورت وسیرت، سنجیدگی، مزاج اور عقل وفہم کے لحاظ سے قریشی عورتوں میں حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی ثانی نہ تھا اور نبی کامل صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی والدہ بننے کے لیے حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ان سب خُوبیوں کا ہونا ضروری تھا۔

عطا نُورِ نبیؐ جب آمنہؓ کو حق نے فرمایا
مُحمّد مُصطفےٰؐ کی ماں بنیں یہ مرتبہ پایا

حق تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عزّت والا بنا دیتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جو شخص قابلِ تعریف یا قابلِ عزّت ہوتا ہے، اُسے ہی مرتبہ اور مقام ملتا ہے۔ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ربُّ العزّت نے ایک اعلیٰ اور شریف عورت کی تمام تر خوبیاں عطا کر رکھی تھیں۔ اُن کے پورے

سلسلہ نسب کو بھی عزت اور شرافت سے نوازا تھا۔

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد وہب بن عبد مناف قریش میں نہایت محترم شخصیت تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی شادی کے لیے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتخاب کیا گیا۔ جو رتبے اور نسب کے لحاظ سے قریش کی افضل ترین خاتون شمار ہوتی تھیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد نسب اور شرف دونوں حیثیت سے بنو زہرہ کے سردار تھے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نکاح کے پہلے ہی ہفتے میں امانت دار نورِ نبوی بن گئی تھیں۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خواب میں بتایا گیا کہ بچے کا نام احمد رکھنا۔ چنانچہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضورِ پاک احمد مجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا نام احمد رکھا اور دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے مُحَمّد تجویز کیا۔ احمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) اور مُحَمّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) دونوں ہی مُبارک نام حضور پاک حضرت مُحَمّد مُصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ذاتی نام ہیں۔

خواب کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یقین ہو گیا تھا کہ اُن کا بیٹا نہایت مُبارک و مسعُود ہو گا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بچّہ گود میں دینے سے قبل حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چند اشعار میں اس بات کا اِظہار کیا تھا جن کا مطلب ہے :

"میں اپنے بچّے کو خُداوندِ ذُوالجلال کی پناہ میں دیتی ہُوں اُس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے۔ یہاں تک کہ مَیں اسے شتر پر سوار دیکھوں اور یہ بھی دیکھ لُوں کہ وُہ غُلاموں اور غریبوں کے ساتھ حسنِ سلُوک اور احسان کرنے والا ہے۔"

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت صبر والی خاتون تھیں۔ ذرا سوچیے کہ ایک عورت جس کا شوہر شادی سے چند ماہ بعد ہی فوت ہو جائے تو اُس پر کیا گزرے گی۔ لیکن حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے وصال پر چند اشعار کہے تھے۔ جن میں غم کے ساتھ ساتھ شوہر کی خُوبیوں کا بھی اِظہار ہوتا ہے۔

"ہاشم کے ایک فرزند کو موت نے پکار لگائی، اور وُہ چلا گیا۔ وہ

لواحقین کو روتا چھوڑ کر آسودۂ خواب ہو گیا۔ افسوس کہ موت نے اُس کا نظیر بھی دُنیا میں کوئی نہ چھوڑا۔ اس کے دوست شام کے وقت اُس کی لاش اُٹھا کر چلے اور ازراہِ محبّت وُہ باری باری کاندھا بدلتے ہُوئے اس کے اوصاف بیان کرتے تھے۔ اگرچہ موت نے اسے ہم سے دُور کر دیا مگر اس میں تو کوئی شک نہیں کہ وُہ بہت سخی اور غریبوں کا ہمدرد تھا۔ موت نے اس کا وجُود تو ختم کر دیا لیکن اُس کے کردار کے نقُوش تو نہیں مٹائے جا سکتے۔ وہ بڑا رحم دل اور دانا تھا۔"

سُبحان اللہ! یہ شان نبی مُبین صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی ماں کی ہی شان ہے کہ جس نے جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے وصال سے لے کر اپنے وصال تک نہایت ہمّت اور صبر سے رسُولِ خُدا نبی الحکیم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی پرورش کی۔

جب بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی مکرّم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو ساتھ لے کر مدینہ آئیں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی قبر مُبارک پر تشریف لے گئیں تو بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاندان والوں کا خیال

تھا کہ آپ اپنے شوہر کی قبر پر آکر ماتم کریں گی۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ کیا بلند شان ہے رسولِ مزّمل صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کی والدہ ماجدہ کی، کہ نہ روئیں نہ ماتم کیا اور نہ ہی بین کیا۔ برداشت اور صبر خُدا تعالیٰ نے حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔

جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ میں ایک ماہ قیام کے بعد مکّہ کو واپس ہُوئیں تو مقام ابواء پہنچ کر ان کا بھی جوانی میں ہی وصال ہوگیا۔ غالباً پیارے شوہر کی جُدائی کا غم قبر کو دیکھنے سے بڑھ گیا۔ قلب پر چھا گیا اور اپنا کام کر گیا اور یہ پیکرِ وفا و محبّت زیادہ دیر زِندہ نہ رہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ پوری ہُوئی کہ نبی پاک رسُول مدّثر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اپنی تربیت میں ماں باپ کے بارِ منت سے سبکدوش رہے۔

حضورِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین کا مرتبہ و مقام

قُرآن مجید میں والدین کی خدمت اور حُسنِ سلوک کا حُکم ہُوا ہے۔ اس بارے میں خُداوند کریم نے سُورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۲۳ اور ۲۴ میں ارشاد فرمایا ہے:

"اور تمھارے پروردگار نے حکم فرمایا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عِبادت نہ کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تُمھارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ اُنھیں جھڑکنا اور ان سے ادب کے ساتھ بات کرنا اور اُن کے آگے عجز و نیاز سے جُھکے رہنا اور اُن کے حق میں دُعا کرنا کہ "اے پروردگار! جیسا اُنھوں نے مجُھے بچپن میں پرورش کیا ہے تو بھی اُن پر اپنی رحمت فرما۔"

ایک صحابی نے دریافت کیا کہ یا رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

میرے حُسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے ؟ تو نبی مرتضیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا : " تیری ماں " دوبارہ یہی سوال کیا تو فرمایا " تیری ماں "۔ پھر پوچھا تو فرمایا " تیری ماں "۔ چوتھی بار پُوچھنے پر فرمایا : " تیرا باپ "۔

ایک دفعہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین رسُولِ ہاشمی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر تھے۔ نبی تہامی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا " وُہ ذلیل ہو ، وُہ ذلیل ہو ، وُہ ذلیل ہو " حاضرین نے عرض کی " یا رسُول اللہ (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم) کون ؟ " ارشاد ہوا : " وُہ جس نے ماں باپ سے حسنِ سلوک نہ کیا۔ اس کے والدین یا دونوں میں سے کوئی ایک (ماں یا باپ) بڑھاپے کو پہنچ جائے اور اُن کی خدمت کر کے جنّت حاصل نہ کر لے "۔

ایک اور مجلس میں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے پُوچھا : " یا رسُول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم ! نیکی کے کاموں میں خُدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ کون سا کام پسند ہے "۔ تو نبی مُدثّر صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم

نے فرمایا " وقت پر نماز ادا کرنا "۔ اِس کے بعد فرمایا " ماں باپ سے حُسنِ سُلوک سے پیش آنا "۔

جس پیغمبر نے تئیس سال تک والدین کا اَدب کرنے کا حُکم دِیا تو کیا ایسے ماں باپ جنھوں نے ایسے فرزندِ اقدس (حضورِ پاک مُحمدِ مُصطفٰے صَلّیَ اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّمَ) کو جنم دیا اور حضور نبیِ کامل صَلّیَ اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّمَ پر تمام تر مرتبے، مقام ختم ہو گئے۔ کیا ایسے ماں باپ کم مرتبہ ہو سکتے ہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

معراج شریف کے موقع پر رحمت اللعالمین صَلّیَ اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّمَ کو ربّ اللعالمین نے تمام جہانوں اور آسمانوں کی سیر کرائی۔ عرشِ بریں پر تمام پیغمبران کرام نے نبی مُکرّم صَلّیَ اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّمَ کے پیچھے نماز پڑھی۔ خاتمُ الرّسُل صَلّیَ اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّمَ نے جنّت اور دوزخ کا نظارہ کیا اور وہیں جنّتُ الفِردوس میں اپنے والدین سے مُلاقات فرمائی۔ اولیاء اللہ کے سینہ بہ سینہ ارشادات کے مُطابق اپنے والدین کو کلمۂ مُحمّدی پڑھایا اور اُنھیں جنّتُ الفردوس میں اُونچے مقامات

میں سے ایک مقام دیا۔

سوچنے والی بات ہے کہ جو نبی دُوسروں کو والدین کا اُدب کرنے کا حُکم دیتا ہے۔ دُوسروں کے والدین کے لیے عزّت رکھتا ہے، درد رکھتا ہے۔ تو کیا اس کے دِل میں اپنے والدین کے لیے کوئی درد نہیں ؟ کیوں نہیں۔ ضرُور ہے، بلکہ یہ اِنسانی فِطرت ہے جیسا کہ معراج شریف کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسُولِ مقبُول صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کی۔

اولیاء اللہ کے دَرپردہ اور سَربستہ ارشادات کے مطابق رسُول منیر صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت باسعادت کے موقع پر حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کمرہ نُورُالنّور بنا ہوا تھا۔ اس وقت چار نیک صالح بیبیاں حضرت حوّا علیہ السّلام، حضرت مریم علیہ السّلام، حضرت آسیہ علیہ السّلام اور حضرت زلیخا علیہ السّلام رُوحانی طور پر وہاں حاضر تھیں۔ وہ کیوں آئیں یا انھیں کیوں بھیجا گیا تھا ؟ دراصل ربِّ کریم نے انھیں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت کے لیے بھیجا تھا جن کے بطن مُبارک سے خیرُالبشر

خیر الانام محمدّ صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم پیدا ہونے والے تھے - اِس طرح حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرتبہ ظاہر کرنا مقصود تھا۔

ذرا اندازہ کریں کہ ایسی بیبیاں جنھیں قرآنِ مجید میں نیک صالح بیبیاں کہا گیا ہے وہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت کرنے کے لیے تشریف لاتی ہیں۔ اُن کے گھر کے کام کاج کرتی ہیں -

فرعون کی بیوی حضرت آسیہ عَلَیہ السّلام نے حضرت موسیٰ عَلَیہ السّلام کی پَرورش فرعون سے چھُپا کر کی -اِسی وجہ سے حضرت آسیہ عَلَیہ السّلام کو نیک صالح بی بی قرار دیا گیا۔

حضرت مریم علیہ السّلام کے بطن مُبارک سے معجزہ الٰہی حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی صُورت میں ظاہر ہُوا اور ان کو بھی قُرآنِ کریم نے نیک صالح بی بی کہا ہے -

حضرت زلیخا علیہ السّلام کی پُوری زندگی حضرت یُوسف عُلَیہ السّلام کی جدائی میں روتے ہُوئے گزر گئی اور جب ان کا یہ زہد قبول ہُوا تو حضرت زلیخا علیہ السلام کو اسی جہان میں دوبارہ جوانی ملی بلکہ اولیائی ملی۔

حضرت حوّا علیہ السّلام کو بھی نیک صالح بی بی کہا گیا ہے۔ ان کی عظمت اِس وجہ سے بھی ہے کہ وہ سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السّلام کی بیوی اور تمام نسلِ انسانی کی ماں ہیں۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ جس بی بی یعنی حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت یہ چار نیک صالح بیبیاں کرتی ہیں تو خُود اس کا اپنا مرتبہ مقام کِتنا اُونچا ہو گا۔ جس نے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے سردار نبی آخر الزماں صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو جنم دیا تو کیا وُہ ساری ماؤں کی سردار نہ ہو گی ؟ یقیناً ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضُورِ پاک احمدِ مجتبیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین گرامی کا مرتبہ مقام محبّت والے، درد والے، اللہ والے یا مُرید ہی سمجھ سکتے ہیں۔ بڑوں کے مرتبے بڑے ہی جان سکتے ہیں۔ جیسا کہ سب سے پہلے حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ذاتِ پاک نے حضُورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین کے مرتبہ مقام کو اِس طرح تسلیم کیا جس طرح کہ تسلیم کرنے کا حق ہے۔

قرآنِ پاک نے جن نیک صالح کاملین مرد بیبیوں کا ذکر کیا ہے ان کا مرتبہ مقام ماننا پڑے گا۔ بن دیکھے ماننا پڑے گا۔ یہ ہے غیب پر ایمان۔ رسولِ پاک نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے سچ فرمایا ہے کہ ہم دیکھیں یا نہ دیکھیں اِنکار کی شکل کُفر کی شکل ہے۔ اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ دیکھیں گے تو مانیں گے۔

رسُولِ مُبین صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین گرامی کے بارے میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ وہ اِنتہائی نیک صالح اِنسان تھے اور پھر رسُولِ عزیز صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین ہونے کا شرف بھی انھیں حاصل ہے۔ جتنے بھی بلند مرتبہ والدین ہُوئے ہیں ان میں رسُولِ نبی بَرحق صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین گرامی (حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے افعال و اعمال بارگاہِ ایزدی میں سب سے زیادہ قبولیّت اور منظوری والے ہیں۔ ان کا مرتبہ مقام بہُت اُونچا ہے۔

خاتم النبیّین - خاتم الوالدین

آنحضور صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلہٖ وَسَلَّم خاتم النبیّین ہیں - اہلِ شریعت کے نزدیک خاتم النبیّین کے معنی ہیں کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا - یہ دُرست ہے لیکن اہلِ طریقت، حقیقت و معرفت والے کامل پیر فقیر اور اولیاء اللہ سب یہ کہتے ہیں کہ خاتم النبیّین کا مطلب ہے کہ رب تعالیٰ نے نبی پاک محمدؐ مصطفےٰ صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلہٖ وَسَلَّم پر عِلم، اِختیار، عقل والے تمام تر مرتبے اور مقام ختم کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلہٖ وَسَلَّم کو کُلّی عقل، تمام اِختیار اور سب عِلم عطا کر دیا۔ تمام اولیاء و انبیاء کا سردار بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو مُختلف قسم کے معجزے عطا کیے مثلاً :

حضرت موسیٰ عَلَیہِ السّلام کو دو معجزے عطا ہوئے ۔

ا۔ آپ کے پاس ایک عَصَا (لاٹھی) تھا جسے آپ زمین پر پھینکتے

تو یہ اژدھا بن جاتا تھا۔

۲۔ آپ کا دُوسرا معجزہ یدِ بیضا تھا۔ یعنی آپ اپنا ہاتھ بغل میں دبا کر جب باہر نِکالتے تو وُہ سُورج کی روشنی سے بھی زیادہ چمک دار ہوتا۔ جسے دیکھ کر دُشمن مرعوب ہو جاتے۔

حضرت داؤد علیہ السّلام کو بھی دو معجزے عطا ہُوئے۔

۱۔ آپ کے ہاتھوں میں یہ خصُوصیّت تھی کہ لوہے کو اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر جس طرح چاہتے موڑ لیتے اور زرّہ، ہتھیار وغیرہ بنا لیتے۔

۲۔ جب آپ خُدا کا کلام (زبُور) پڑھتے تو آپ کی آواز میں اِتنا سوز ہوتا تھا کہ تمام سُننے والے اِنسان تو کیا حیوان تک بھی بے خُود ہو جاتے تھے۔

اِسی طرح حضرت سُلیمان عَلَیہِ السّلام کو بھی دو معجزے عطا ہُوئے۔

۱۔ آپ پرندوں اور جانوروں کی بولی بھی سمجھ لیتے تھے۔

۲۔ آپ کا تخت ہوا میں اُڑتا تھا۔

حضرت عیسیٰ عَلَیہِ السّلام کو بھی دو معجزے عطا ہُوئے۔

۱۔ آپ مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو دم کرتے تو اُسے اسی وقت شفا ہو جاتی تھی۔

۲۔ مٹّی کا پرندہ بنا کر اُسے پھُونک مارتے تو وُہ زندہ ہو کر اُڑ جاتا تھا۔

اِسی طرح بہت سے پیغمبروں کو خاص طور پر جن کا قُرآن پاک میں ذکر آیا ہے، معجزے عطا ہوتے رہے۔ انھیں خاص کاموں کا علم ملتا رہا، اِختیار ملتا رہا لیکن خاتم النّبیّین احمد مُجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو تمام پیغمبروں کے علم سے زیادہ علم حاصل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جس قدر علم اپنے تمام پیغمبروں کو عطا کیا۔ حضورِ پاک مُحمّدؐ مُصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اِس علم سے کہیں زیادہ علم کے مالک ہیں۔ اس لیے نبی آخر الزماں صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر تمام مرتبے، مقام، اِختیار اور علم ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ بہت ہی بڑا مرتبہ اور مقام ہے۔

شافعِ محشر مُحمّدؐ مُصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا مرتبہ اور مقام اس بات سے اور بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جس شَے یا شخص کا تعلّق کسی طرح بھی احمد مجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے ہُوا اس چیز یا شخص کا مرتبہ،

مقام بھی بلند سے بلند تر ہوتا چلا گیا اور قیامت تک کے لیے منفرد، بے مثال اور لازوال ہو گیا۔ مثلاً خانہ کعبہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنے کی خواہش کو ہمیشہ کے لیے قبلہ بنا دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو سیفُ اللہ کہا اور وُہ واقعی اللہ کی تلوار ثابت ہُوئے۔ زوجین محترمات کو اُمُ المؤمنین قرار دے دیا گیا۔ اسی طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین، اولاد، اُمّت یہاں تک کہ خاتم الرسُل صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے والدین گرامی بھی رسُولِ مقبُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی عظمت سے منسلک ہو کر عام اِنسانیّت سے نہایت عظیم ہو گئے کہ جن کا رہتی دُنیا تک کوئی ثانی نہ ہو گا۔

اب مِحبُّ الفُقَرَاءِ نبی حاشر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا اِختیاز دیکھیں۔ اُن کے صدقے اُن کے طفیل کیا کُچھ نہیں ہُوا۔

قُرآن پاک کو خاتم الکتاب کہا گیا۔ خاتم الکِتاب یعنی ایسی کِتاب جو سب کِتابوں سے افضل ہے۔ جس میں کوئی چیز ادھوری نہیں چھوڑی گئی اور تا قیامت مکمّل رہے گی۔

سیّد الثقلین رسُولِ داعِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہ وَسَلَّم کے طُفیل آپ کے ساتھیوں یعنی صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین کو خاتم الصحابہ کرامؓ ٹھہرایا گیا۔ پہلے پیغمبروں سے بڑھ کر رسُولِ محمُود صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہ وَسَلَّم کے ساتھیوں کو مرتبے اور مقام ملے۔ اِس لیے خاتم الصحابہ کرامؓ کہلائے اور خاتم المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہ وَسَلَّم کی اولاد خاتم الاولاد کہلائی یعنی سب سے بہتر اولاد۔

رسُولِ کریم شافع محشر صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہ وَسَلَّم کی اُمّت میں ہونے والے اولیاء اللہ کو خاتم الاولیاء اللہ کہا گیا ہے۔

پھر رسُولِ مقبُول صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہ وَسَلَّم کے صدقے اُمّتِ محمّدی خاتم الاُمّت کہلائی۔ کیونکہ آنحضُور رسُولِ نذیر صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہ وَسَلَّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اِس لیے اُمّت بھی کوئی نہ ہوگی۔

اُمّتِ محمّدی پہلی تمام اُمّتوں سے افضل اُمّت ہے۔ جس کی گواہی رسُولِ نذیر صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہ وَسَلَّم سے پہلے آنے والے پیغمبروں نے بھی دی۔

حضرت موسیٰ عَلَیہِ السَّلام نے فرمایا کہ حضور پاک محمدؐ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کی اُمّت میں جو اولیاء اللہ ہوں گے۔ اُن کی مائیں میری ماں سے افضل ہوں گی۔

حضرت اِبراہیم عَلَیہِ السَّلام نے دُعا کی "یا اِلٰہی مجھے حضرت محمّد صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کی اُمّت میں سب سے پہلا مُسلمان قبُول کر۔

خود حضورِ پاک نبی عادل صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کی حدیثِ مُبارک ہے کہ جیسے بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں۔ ان سے بلند مرتبہ میری اُمّت کے اولیاء اللہ ہوں گے۔

ان سب باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ اُمّتِ محمدیؐ سب سے بہتر اور خاتم الاُمّت ہے۔

جس نبی کے اُمتی کا یہ حال ہو کہ اُس کا مقام بنی اسرائیل کے پیغمبروں سے بلند ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام جیسے بلند مرتبہ پیغمبر جنھیں حضورِ پاک احمد مجتبیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کے جدِّ اعلیٰ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، اپنے لیے دُعا کر رہے ہیں کہ حضور ختم الرسل

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی اُمّت میں مُسلمان قبول کیا جاؤں تو اس نبی صادق صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین کے مقام اور مرتبہ کا کیا عالم ہو گا۔

ان تمام باتوں کی روشنی میں خاتم النبیّین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ماں باپ ہی "خاتم الوالدین" ہیں۔ حضرت عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسے سب سے بہتر اور بُلند مرتبہ والدین نہ پہلے کبھی ہُوئے نہ قیامت تک ہوں گے۔

حضورِ پرنُور محمّد مُصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تشریف فرما ہوتے اور آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لاتیں تو نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ اگر حضُورِ پاک نبی محسن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین زندہ ہوتے تو کیا حضُور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اُن کی تعظیم کے لیے اُٹھ کر کھڑے نہ ہوتے، ضرُور ہوتے۔ کیونکہ حضُورِ پاک خاتم النبیّین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے تمام عمر والدین کی عزّت اور تعظیم کرنے کی تلقین کی۔

روزِ محشر سب اللہ کے حضور پیش ہوں گے تو نبی حامد صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کے والدین بھی تشریف لائیں گے، اُس وقت کیا حضورِ پاک شافع محشر صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم اپنے والدین کے اَدَب میں اُٹھ کر کھڑے نہ ہو جائیں گے؟ یقیناً ایسا ہی ہو گا اور جب آقائے نامدار صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم اُٹھ کر کھڑے ہوں گے تو لازماً تمام کائنات حضورِ پاک آقائے دوجہاں صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم کی تقلید میں ان کے والدین کی تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑی ہو گی۔ سُبحان اللہ ایسے بلند مرتبہ والدین

ضروری تاکید

وہ مسلمان جو تمام پیغمبروں صحابۂ کرام اور اولیاءاللہ سے محبّت رکھتے ہیں۔ ان میں عاجزی اور بزرگوں کا ادب و احترام کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ وہ تو خاتم الوالدین کا مرتبہ مقام تسلیم کرتے ہی ہیں لیکن تمام مُسلمانوں کو چاہیے کہ حضُور پاک مُحمّد مُصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے والدین کے اعلیٰ مرتبہ مقام کو دِل کی گہرائیوں سے تسلیم کریں اور ان کا جس قدر بھی ہو سکے ادب و احترام کریں۔ یہ ہم سب کے لیے نجات کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

کلمہ مُحمّدی پڑھنے والے ہر مُسلمان کے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبُوب حضُورِ پاک ختم الرسل صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے اور طفیل اپنے بندوں کو جو مرتبے اور مقام عطا کیے ہیں، ان سب کو بے چُون وچرا تسلیم کرلے۔

انھیں نبی آخرالزماں محمد مصطفٰے صلّی اللہُ علیہِ وآلہٖ وسلّم کے والدین گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہہ اور حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خاتم الوالدین ہونے کا مرتبہ بھی ماننا پڑے گا۔

مُریدوں پر جو مشکلات آتی ہیں اسے زہد کہتے ہیں۔ زہد میں صبر کے ساتھ گُزرنا نیکی بن جاتا ہے اور یہی زُہد قربِ الٰہی کا باعث بنتا ہے۔

اسی طرح حضرت حوّا علیہ السّلام، حضرت مریم علیہ السّلام، حضرت آسیہ علیہ السّلام اور حضرت زُلیخا علیہ السّلام کو اپنی دنیاوی زندگی میں جس زُہد سے گزرنا پڑا، قربِ الٰہی، منظوری اور قبولیّت کے لیے اُن کے رُوحانی مقام میں کُچھ کمی رکھی گئی تھی۔ ان چاروں کی یہ کمی رسُولِ طیّب صلّی اللہُ علیہِ وآلہٖ وسلّم کی ولادت مُبارک کے وقت حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھریلو کام سرانجام دینے سے پُوری ہُوئی۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ گھریلو کام کاج کرنا کوئی مشکل یا زُہد نہیں تھا بلکہ ان کاموں کو سرانجام دینے کا اعزاز اور اِنعام یا مقام اِس لیے تھا کہ جس ہستی کی خدمت کے لیے انھوں نے کام کیے، اُس ہستی کا

مرتبہ بہت عظیم ہے۔ اور اس ہستی یعنی حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طفیل ان نیک صالح بیبیوں کا باطنی فیض مکمّل ہوا۔ اب ذہن میں سوال آسکتا ہے کہ رُوحانی مقام میں کمی کیوں رکھی گئی۔ اِس لیے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مرتبہ و مقام کی اہمیّت کو برتری حاصِل ہے۔

اللہ تعالیٰ منظوری والے کی منظوری کرتا ہے۔ جتنا اُسے علم ہے ہمیں نہیں ہوسکتا۔ یہ نیک صالح چاروں بیبیاں جو حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت کرتی ہیں۔ دراصل خدمت کرنے کے عوض ہی ان کے رُوحانی مقام کی منظوری بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس ہستی یعنی حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وجہ سے اِن چاروں بیبیوں کی قبولیّت اور منظوری کی، ہمیں بھی اس ہستی کا مرتبہ اور مقام تسلیم کرنا چاہیے، ورنہ اس کی بارگاہ میں ہماری کوئی نیکی قبوُل منظوُر نہ ہو گی۔

سرورِ کائنات رسُولِ رحمت صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہ وَسَلّم کی ذات پاک

کا سب اقرار کرتے ہیں لہٰذا نورِ مُبارک خُدا کے نیک صالح بندوں میں ہی ظہُور پذیر ہوتا آیا ہے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ سب لوگ قبولیّت اور منظوری والے ہیں۔

اِس طرح جب یہ مُبارک نور سیّد الامم رسُول کریم صَلّیَ اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّم کے والدین کو منتقل ہُوا تو ان کا مرتبہ مقام عام والدین کی طرح کس طرح ہوسکتا ہے۔ یقیناً نسلِ انسانی کے تمام والدین سے ان کا مرتبہ مقام اِنتہائی بلند ہے۔ ہم سب کے لیے وہ قابلِ احترام ہستیاں ہیں۔

احمد مجتبیٰ مُحمد مُصطفٰے صَلّیَ اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّم کا سب سے اُونچا مقام ہے۔ اسی سے حضُور سرورِ کائنات صَلّیَ اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّم کے والدین کے مرتبہ مقام کا اندازہ ہو جانا چاہیے۔ وہ نبی پاک صَلّیَ اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّم کے ساتھ ہی رہتے ہیں، انھیں دائمی سکُون اور چین حاصل ہے۔

یہ سب کے سب ازلی فیصلے ہیں۔ ہمارے یا آپ کے نہیں۔ مالکِ کائنات کے فیصلے ہیں جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ

"وہ جسے چاہتا ہے عزّت عطا کرتا ہے۔"

جسے مولا کریم پسند کرتا ہے اُسے ہی مرتبہ اور مقام مِلتا ہے۔ اِس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ جو مرتبے مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کو عنایت ہوئے ہیں، انھیں تسلیم کرے اور یہی رضائے الٰہی حاصل کرنے کا راستہ ہے۔

جس طرح خاتم النّبیّین صَلّیَ اللہُ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم بَرحق ہیں، اِسی طرح خاتم الوالدین رضوان اللہ اجمعین بھی بَرحق ہیں۔

اِلتماس

زیرِ نظر کتاب میں شریعت، طریقت کے مطابق کہیں کوئی کمی بیشی ہو تو براہِ کرم مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درست کیا جاسکے۔